بلاک نمبر(۱)

ترجمہ کی تاریخ

بلاک نمبر (۱) کا تعارف

بلاک نمبر (۱) میں چھ اکائیاں شامل ہیں

اکائی نمبر (۱) میں ترجمہ کا تعارف کرایا گیا ہے، اس کی مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے جس میں اس کی ابتداء اور عہد بہ عہد ارتقاء پر روشنی ڈالی گئی ہے، نیز موجودہ زمانے میں اس کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اکائی نمبر (۲) میں ترجمہ نگاری کے بنیادی اصول اور اس کے اہم قواعد وضوابط کو بیان کیا گیا ہے ۔

اکائی نمبر (۳) میں ترجمہ نگاری کے عملی مراحل کو مرحلہ وار بیان کیا گیا ہے۔

اکائی نمبر (۴) میں مترجم یا ترجمہ نگار کے لئے مطلوبہ اوصاف کو بیان کیا گیا ہے کہ مترجم کو کن کن اوصاف سے متصف ہونا چاہئے اور کن کن امور سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اکائی نمبر (۵) میں موضوعات کے اعتبار سے ترجمہ کی مختلف انواع واقسام کو بیان کیا گیا ہے۔

اکائی نمبر(۱)

- ترجمہ کا تعارف.
- ترجمہ کي ابتداء وارتقاء
- ترجمہ کي ضرورت واهميت

اکائی کے اجزاء

۱. مقصد
۲. تمہید
۳. ترجمہ کی لغوی واصطلاحی تعریف
۴. ترجمہ کا تعارف
۵. ترجمہ کا آغاز وارتقاء
۶. ترجمہ کی اہمیت وضرورت
۷. خلاصہ
۸. امتحانی سوالات
۹. معاون کتابیں

مقصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبہ :

فن ترجمہ نگاری سے متعارف ہونگے، اور اس کے بنیادی خدوخال کا انہیں علم ہو گا۔

وہ ترجمہ نگاری کے آغاز اور عہد بہ عہد اس کے ارتقاء کی مختصر تاریخ سے واقف ہونگے۔

وہ ترجمہ نگاری کی ضرورت، اس کے محرکات اور اسباب کی جانکاری حاصل کریں گے۔

موجودہ دور میں ترجمہ نگاری کی اہمیت اور اس کی ضرورت ان پر واضح ہو جائے گی۔

تمہید

ترجمہ کسی بھی زبان کی ترقی کا اہم ترین ذریعہ ہے ، یہی وہ ذریعہ ہے جس سے زبانیں اپنے ذخیرہ میں اضافہ کرتی ہیں اور دوسری زبانوں میں پائے جانے والے علوم وفنون سے اپنا دامن بھرتی ہیں ، ترجمہ نے انسانی تمدن کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا ہے کیونکہ یہی وہ کھڑکی ہے جس کے ذریعہ ہم دوسری قوموں اور تہذیبوں کے اندر جھانک سکتے ہیں اور ان سے تہذیبی علمی و ثقافتی تبادلہ کرسکتے ہیں۔

ترجمہ انسان کی تہذیبی، سماجی، ثقافتی، لسانی، فکری حتیٰ کہ مذہبی ترقی کے لئے بھی ناگزیر ضرورت ہے، کیوں کہ جب کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو اپنا مدعا اور مافی الضمیر بیان نہیں کرپائے گا تو وہ کیسے اگلا قدم اٹھانے میں کامیاب ہو گا ؟ چنانچہ ابتدائی ادوار کے لوگ اشاروں کی زبان میں ایک دوسرے سے ،ہم کلام، ہوتے، اور پھر مزید ترقی کرتے ہوئے اس دوران کچھ مخصوص اقسام کی آوازیں بھی انہوں نے وضع کرلی جو آگے چل کر زبانوں کی شکل اختیار کر گئیں ،جن کی مدد سے وہ، سماجی رشتے، قائم کرنے میں کامیاب رہے ،جب انہوں نے زبان وضع کرلی تو پھر یہ بھی سوچا کہ اپنی زبان سے ناآشنا دوسرے لوگوں کو بھی اپنا مافی الضمیر سنانا چاہئے، اس کے اسرار ورموز سے آگاہ کیا جانا چاہیے، اور دوسروں کی بولیوں کو بھی سمجھنے کی کوشش شروع کرنا چاہئے ،اسی سوچ نے پھر ترجمہ نگاری کی روایت ڈالی، اسی لیے ترجمہ نگاری ایسا دریچہ ہے جس سے دوسری قوموں کے احوال ہم پر کھلتے ہیں۔

ترجمہ کا تعلق علم سے بھی ہے اور ادب سے بھی ، سائنس سے بھی اور ٹکنالوجی سے بھی ، بلکہ ہر اس میدان سے ہے جہاں دوسری زبانوں کے علوم ومعارف کے گنجینے پوشیدہ ہیں اور بنی نوع انسان کے لئے دنیا کی تمام اقوام کے صدیوں کے تجربات، ایجادات اور اکتشافات شامل ہیں۔

ترجمہ کی لغوی و اصطلاحی تعریف

لغوی تعریف :

ترجمہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عربی کی قدیم لغت مختار الصحاح میں ہیں: الترجمة هي تفسير الكلام بلسان آخر ۔یعني ترجمہ دوسری زبان میں کلام کی تشریح کرنے کا نام ہے،اور ترجمان بھی اسی سے ماخوذ ہے ، لسان العرب میں لکھاہے:الترجمان هو المفسر ۔ ترجمان وہ شخص ہے جو تشریح کرتا ہے۔

انگریزی زبان میں ترجمے کے لئے لفظ "Translation"استعمال کیا جاتا ہے۔

مختلف انگریزی لغات میں بھی ترجمہ کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں مذکور ہے :

:Translation

Turn (Word, Sentence, Book,etc) from one language in to another.

The English word "translation" derives from the Latin word *translatio*, which comes from *trans* "across" + *ferre*, "to carry" or "to bring" Thus *translatio* is "a carrying across" or "a bringing across": in this case, of a text from one language to another.

انگریزی لفظ Translation اصلا لاطینی لفظ Translatio سے ماخوذ ہے، جس کا مادہ Trans (عبور کرنا) اور Ferre (لے جانا) ہے، لہذا Translatio کے معني ہوئے: کسی چیز کو لے کر کسی راستہ کو عبور کرنا، اور اگر یہ لفظ عبارت کے سیاق میں استعمال کیا جائے تو اس کے معني الفاظ کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا ہونگے۔

اصطلاحی تعریف:

اصطلاحی طور پر ترجمے کی مختلف لغات میں ماہرین نے مختلف الفاظ میں تعریف کی ہے۔مثلا :

ایک زبان میں بیان کی ہوئی عبارت کو دوسری زبان منتقل کرنا ۔

کسی مضمون کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا۔

کسی کی زندگی کا مرقع کھینچنا یا خاکہ پیش کرنا۔

"ایک زبان میں بیان کیا ہوا کلام دوسری زبان میں پیش کرنا ۔

مذکورہ بالا تمام تعریفوں کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ترجمہ صرف ایک زبان کے مجرد الفاظ کو دوسری زبان میں ان الفاظ کے مقابل پائے جانے والے الفاظ میں منتقل کرنا نہیں بل کہ اس کے ساتھ ساتھ عبارت کے مفہوم اور متکلم کے مقصود کو بھی مطلوبہ زبان میں منتقل کرنے کا نام ترجمہ ہے۔

ترجمہ کے دوران استعمال ہونے والی اصل زبان کوماخذ زبان (Source Language) کہا جاتا ہے۔اور اس کے متن کو ماخذ متن (Source Text)کہا جاتا ہے۔اور جس زبان میں ترجمہ کرناہو اسے مطلوبہ زبان(Target Language) اور اس کے ترجمے کو مطلوبہ متن(Target Text) کہا جاتا ہے۔

ترجمہ نگاری

مقاصد اور اہداف

ترجمہ کا مقصد مختلف قوموں اور زبانوں کے بولنے والوں کے درمیان معلومات اور افکار کا اس طور پر تبادلہ کرنا کہ ایک زبان کے بولنے والے دوسری زبانوں کے بولنے والوں کی مختلف میدانوں میں پائی جانے والی علمی ترقیوں ، افکار ، خیالات اور معلومات کے ذخیروں سے واقف ہو سکیں۔

ترجمے کے ذریعے نہ صرف اپنے ادب کو دوسرے علوم وفنون سے وسعت دی جاتی ہے بلکہ دوسری قوموں کے تہذیب وتمدن اور ادب سے واقفیت بھی حاصل کی جاتی ہے ، ترجمہ ہر دور کی اہم ضرورت رہی ہے ، اسے اگر چہ ایک مشکل فن جانا /مانا جاتا ہے مگر ترجمے کے بغیر کسی ادب میں نہ تو دوسرے ادب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ادب میں وسعت پیدا کی جاسکتی ہے۔

ترجمے کے فن کو عام طور پر دو صورتوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ایک تو اپنی زبان کے ادب کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنا اور دوسرا یہ کہ دوسری زبانوں کے ادب کو اپنی زبان میں منتقل کرنا۔

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا یقیناً آسان نہیں ہے۔کیونکہ ہر زبان کی اپنی ضرورت اور خصوصیات ہوتی ہیں۔ہر زبان کے محاورے، استعارے، مزاج، تراکیب اور طرز ادا مختلف ہوتا ہے۔ہر زبان کا اپنا پس منظر اور حسن و آہنگ ہوتا ہے۔اسی طرح ہر زبان کا طرز ادا مختلف ہوتا ہے۔ہر زبان کے الفاظ میں وسعت اور تنگی کی مشکلات بھی پائی جاتی ہیں۔کبھی کبھی کسی زبان کے الفاظ میں وسعت اور گہرائی اس قدر ہوتی ہے کہ دوسری زبان میں اس کا متبادل ڈھونڈنا ناممکن ہو جاتا ہے، جس سے مفہوم میں وہ تاثیر پیدا ہی نہیں ہوتی۔

پھر ایک اور مشکل اس وقت آتی ہے جب ایک زبان کے محاورے اور ضرب الامثال کا ترجمہ کرنا پڑتا ہے۔کیونکہ ہر زبان اور ماحول کے اپنے محاورے اور ضرب الامثال ہوتی ہیں۔مترجم اس وقت بھی مشکلات کا شکار ہوتا ہے جب وہ آزادی سے اپنی زبان کے محاسن کو دوسری زبان میں منتقل نہیں کر پاتا۔ وہ مصنف کی طرح آزاد نہیں ہوتا کہ اپنی فکر کے مطابق اسلوب الفاظ اور استعارے استعمال کرے۔

بہترین ترجمہ وہ ہے جس میں متن کے ساتھ ساتھ دوسری زبان کا اصل متبادل بھی پیش کیا گیا ہو۔ ترجمہ اصل متن کے لب ولہجے کی ترجمانی کر رہا ہو اس میں متن کے مفہوم کے ساتھ اس کا ذائقہ بھی منتقل ہو جائے۔ کسی بھی بہترین ادبی نمونے کا ترجمہ کرنا یقیناً انتہائی مشکل کام ہوتا ہے۔ کسی بڑے شاعر کے کلام کا نثر میں ترجمہ اس سے بھی مشکل کام ہے۔

زمانہ قدیم کے ادب میں ترجمے کو وہ اہمیت حاصل نہ تھی جو آج کے دور میں حاصل ہے۔ ابتداء میں ترجمے کی ضرورت محض دینی ابلاغ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے محسوس کی جاتی تھی مگر بتدریج سائنس ،تاریخ،ادب ودیگر علوم بھی اس کے حصار میں آنے لگے اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے باقاعدہ ایک فن کا درجہ حاصل ہو گیا۔

مختلف قوموں کے ادب کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بیشتر کا آغاز تراجم کے ذریعے ہوا اور انہوں نے دوسری زبانوں کے ادب عالیہ کو اپنی زبان میں ڈھال کر ہی اپنے ادب کا آغاز کیا۔اس کی نمایاں مثال ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ جب مسلمان علم و فضل کے میدان میں بہت آگے تھے اور سائنسی ، علمی، ادبی ، ثقافتی وتہذیبی لحاظ سے نئی نئی ایجادات کررہے تھے، اس وقت مغرب کے دانشوروں نے اعلي عربی و عبرانی ادب کو اپنی زبانوں میں منتقل کیا اور اس سے زندگی کے ہر میدان میں استفادہ کرکے ترقی کی منازل طے کیں ۔

ترجمہ علم ہے یا فن؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ترجمہ کا تعلق علم سے ہے یا فن اور ادب سے ہے؟

اس سلسلہ میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں کہ ترجمہ کا تعلق بنیادی طور پر علم سے ہے یا ادب سے ، ترجمہ کا تعلق علم سے ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے کچھ اصول و قواعد مدون ہوں ، اس میں مختلف نظریات و رجحانات پائے جاتے ہوں اور اس کے کچھ حدود و قیود اور دائرہ کار متعین ہوں۔

ادب سے ترجمہ کا تعلق اس معنی میں کہ وہ طبع زاد تخلیق ہو جو اصل مضمون کی دوسری زبان میں نمائندگی کررہی ہو ، جس میں مترجم کے ذاتی جذبات و احساسات کا بھی دخل ہو۔ عموما ادبی مضامین میں اور بالخصوص اشعار کے ترجمہ میں اس کیفیت کا پایا جانا لازمی عنصر ہے ۔

اس سلسلہ میں فن ترجمہ کے اساطین کی آراء کو یہاں نقل کیا جاتا ہے

Clary نے ترجمہ کو ادب سے متعلق مانا ہے نہ کہ علم سے ، اور ترجمہ کے لئے ادبی ذوق کو لغوی صلاحیت کے مقابلہ میں فوقیت دی ہے۔

Dilنے ترجمہ کو علم سے متعلق قرار دیا ہے ، اور اس باب میں Nida کی اس رائے سے اتفاق کیاہے کہ علم ترجمہ علم کی اقسام میں سے ایک قسم ہے ، البتہ اس نے اس بحث میں زیادہ معتدل موقف اختیار کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی کہ عملی طور پر ترجمہ کی تین مختلف زاویوں سے تعریف کی جاسکتی ہے۔

ترجمہ اپنے مدون اصول و ضوابط کے ساتھ علم ہے۔

ترجمہ مترجم کے ذوق و فکر کی ترجمانی کرتا ہوا ادب ہے۔

ترجمہ موجود ہ دور کے اعتبار سے ایک علمی پیشہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ :ترجمہ کا تعلق علم سے بھی ہے اور ادب سے بھی ، ترجمہ ایک ایسا عمل ہے جس میں مترجم اپنے ادبی ذوق ، صلابت فکر ، بلندی تخیل ، لغوی استعداد اور نحوی و صرفی واقفیت کو بروئے کار لاتے ہوئے پیشہ وارانہ مہارت کے ساتھ کسی مضمون کو ایک زبان سے دوسری زبان میں مناسب الفاظ کے ساتھ منتقل کرتاہے۔ ترجمہ اگرچہ مستقل تخلیق نہیں ہوتا مگر ایک کامیاب مترجم اصل فن پارے کواپنی زبان میں دوبارہ تخلیق کرتا ہے۔

ترجمہ کی مختصر تاریخ

ترجمہ کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسانی علم کی تاریخ قدیم ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں مختلف اسباب اور وجوہات کی بناءپر ترجمہ کی ضرورت پڑتی رہی

یوں توتاریخ کے ہر دور میں کسی نہ کسی علم وفن اور کوئی نہ کوئی تہذیب وتمدن کو عروج حاصل رہاہے،انسانی تاریخ کامطالعہ بتاتاہے کہ اس دنیامیں کئی قومیں اور تہذیبیں وجود میں آئیں اور ختم ہوئیں، ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کے آثار اور دہندلے نقوش کھنڈرات اور کتبات کی شکل میں یاعجائب گھروں میں پائے جاتے ہیں، بعض وہ قومیں اور تہذیبیں ہیں جن کا تذکرہ صرف کتابوں میں ملتاہے،اور اس سے زیادہ کا سراغ ان کے بارے میں نہیں ملتا، جیسے قدیم عراق و بابل کی میسوپوٹامی تہذیب،ہندوسندھ کی موہنجودارواور ہڑپاکی تہذیبیں، مصر کی قبطی اور شام کی نبطی اور یمن کی تہذیبیں وغیرہ،ان تہذیبوں کے بارے میں پائے جانے والے ان آثار اور کتبات کے علاوہ کوئی ضخیم علمی سرمایہ، یاان کے فلسفہ حیات، نظریات وافکار پر مشتمل مفصل علمی مواد اور مدون تحریریں تاحال دستیاب نہیں۔

اس کے برخلاف بعض وہ تہذیبیں جنھوں نے اپنی تہذیب وثقافت، علم وفن، نظریات وافکار کو اگلے زمانوں تک کے لئے محفوظ رکھنے کا انتظام کیا، جس کی بناءپر آج بھی دنیااس سے کسی نہ کسی شکل میں مستفید ہور ہی ہے،اس سلسلہ میں نمایاں طور پر یونانی اور ہندوستانی تہذیبوں کانام لیاجاسکتاہے،ان قوموں نے اپنے دور عروج میں فلسفہ، طب، ریاضی، ہندسہ نجوم ودیگر علوم میں نمایاں پیشرفت کی، اپنے علمی آثار کو مدون کیا، اور اپنی تہذیب، نظریات اور فلسفہ حیات کو محفوظ رکھا، جس پر آئندہ آنے والی نسلوں نے کام کیا، اور دیگر قوموں نے اسے پروان چڑھایا۔

موجودہ دنیامیں علوم وفنون، تہذیب وتمدن کی تاریخ میں اہل یونان کو جو اولیت حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، سکندر اعظم کی فتوحات نے یونانی تہذیب وثقافت کو مغربی ایشیاء ومصر تک کے علاقوں میں متعارف کروایا، اس دور میں اسکندریہ، انطاکیہ، نصیبین وغیرہ شہر یونانی تہذیب کے مراکز میں شمار ہوتے تھے، اسلام کی آمد سے قبل تک ان خطوں میں یونانی علوم وتہذیب کا غلغلہ تھا، یونانی فلسفہ اور یونانی طب کا دور دورہ تھا، جس کا کچھ حصہ اسلام کی آمد سے قبل سریانی زبان میں منتقل ہوا۔

اسلام کے ظہور کے بعد مسلمانوں نے علم کی تاریخ میں ایک نئے انقلاب کی داغ بیل ڈالی، فارس، عراق، شام ومصر کی فتوحات کے بعد ان ممالک میں مسلمانوں نے وہاں موجود علمی مراکز کو فروغ دینے اور نئے علمی اداروں کی تاسیس کے لئے ترجمہ کا ہی سہارا لیا، اور اس کے لئے سرکاری سرپرستی حاصل رہی، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اجنبی زبانوں کے سیکھنے کی طرف توجہ دلائی، حضرت زید بن ثابت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایماء پر بہت کم مدت میں سریانی زبان سیکھی، اسی طرح وہ فارسی اور رومی زبان بھی جانتے تھے۔ اسی طرح سے عمرو بن العاص کے بارے میں بھی تذکرہ ملتاہے کہ وہ یونانی زبان جانتے تھے

خلافت راشدہ کے دور میں بھی خلفاء اور گورنروں کی مراسلت، عجمی ملکوں میں انتظامی نظم ونسق کے لئے ترجمہ ناگزیر تھا، چنانچہ اس دور میں ایسے کاتبوں اور معتمدین (دفتری سکریٹریوں) کا تذکرہ ملتاہے جو متعدد زبانیں جانتے تھے، اور دفتری مراسلت، وسفارت کاری کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نبھاتے تھے، مختلف رجسٹروں اور دواوین کو عربی میں منتقل کرتے تھے۔

خلافت راشدہ کے بعد اسلامی حکومت کی باگ ڈور بنی امیہ کے ہاتھوں آئی، ان خلفاء نے بھی سلطنت کے توسع اور حکومتی انتظام وانصرام کے لئے ترجمہ کا سہارا لیا، اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے علمی میدانوں میں بھی ترجمہ کی طرف توجہ کی چنانچہ اموی دور خلافت میں خالد بن یزید بن معاویہ جس کا لقب حکیم آل مروان تھا، ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں اس کا تذکرہ کیاہے

"خالد بن یزید بن معاویہ جس کا لقب حکیم آل مروان تھا، فی نفسہ بڑا فاضل اور علم کا دلدادہ تھا، اس نے مصر میں مقیم یونانی فلاسفہ کو بلوایا، اسکندریہ سے طب اور کیمیاء کی بعض کتابوں کو منگوایا تاکہ ان کا ترجمہ عربی زبان میں کروائے، یہ اسلامی دور میں علمی موضوعات پر ترجمہ کی سب سے پہلی کاوش تھی، وہ پہلا خلیفہ تھا جس نے اس سطح پر ترجمہ کی طرف توجہ کی، فلاسفہ وحکماء اور مختلف اساتذہ فن کو دربار میں جمع کیا، اس کے بعد اموی خلفاء میں عمر بن عبد العزیز نے اس مشن کو آگے بڑھایا، انطاکیہ اور اسکندریہ کے علمی مراکز کو فروغ دیا، اس طرح سے ترجمہ کی تحریک کی ابتداء اموی دور سے ہی شروع ہوگئی۔

احمد امین نے ضحی الاسلام میں لکھاہے کہ اگر خلافت بنو امیہ اتنی مدت تک رہتی جتنی کہ عباسی خلافت رہی ہے تو یقینا اس سے کہیں زیادہ علمی ترقی ہوتی جتنی کہ عباسی خلافت میں ہوئی، مزید یہ کہ دمشق کی خلافت چلے جانے کے بعد امویوں نے اندلس منتقل ہوکر وہاں تقریبا عباسی خلافت کے برابر مدت تک حکومت کی، اور اندلس کو مسلمانوں کا علمی اور ثقافتی مرکز بنایا، جس سے یورپ نے اپنی علمی نشاۃ ثانیہ میں استفادہ کیا، لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امویوں نے مسلمانوں کی علمی ترقی میں سرے سے کوئی کردار ادا نہیں کیا۔

امویوں کے بعد عباسی دور آیا اور بنو عباس خلافت اسلامیہ کے تخت پر متمکن ہوئے، انہوں نے اپنے پیشرو بنو امیہ کے دار الخلافہ دمشق کے بجائے بغداد کو اپنا پایہ تخت بنایا، خلفاء بنو عباس نے علم و فن کی بھرپور سرپرستی کی، علماء کو دنیا کے کونے کونے سے اپنے درباروں میں جمع کیا، علمی مراکز کو قائم کیا اور انہیں فروغ دیا، اور یہی دور مسلمانوں کے علمی عروج کا دور ہے ، جس میں مسلم حکماء، فلاسفہ، اطباء و دیگر اہل فن نے اپنے اپنے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دئے، اور رہتی دنیا تک کے لئے علمی دنیا میں اپنے انمٹ نقوش چھوڑے ، ان میں حسب ذیل علم دوست خلفاء کے نام آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

(1) خلیفہ ابو جعفر المنصور (۱۳۶ - ۱۵۸ھ)

بنو امیہ کا یہ علم پرور خلیفہ تھا، اس نے مختلف زبانوں سے عربی زبان میں کتابوں کا ترجمہ کروایا، مشہور مترجم حنین بن اسحاق نے اسی کے دور میں فن طب میں بقراط و جالینوس کی کتابوں کو عربی میں منتقل کیا، اور ابن المقفع نے پہلوی زبان سے قدیم ہندوستانی سنسکرت ادب کے شاہکار "پنچ تنترا" کو عربی قالب میں کلیلہ ودمنہ کی شکل میں ڈھالا۔

دوسری ہجری کے وسط میں ہی مسلمانوں کے ہندوستانیوں سے علمی تعلقات قائم ہوچکے تھے سندھ سے ایک وفد خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں گیا تھا، اس وفد میں ایک ایسے پنڈت بھی شامل تھے جو ہیئت اور ریاضیات کے ماہر تھے، یہ پنڈت اپنے ساتھ ہیئت کی مشہور کتاب ، سدھانت ، لے گئے تھے، خلیفہ کو جب اس کتاب کے مندرجات کا علم ہوا تو اس نے اپنے دربار کے ایک ریاضی دان ابراہیم فرازی کو حکم دیا کہ وہ اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کرے ، جو پنڈت اپنے ساتھ یہ کتاب لے کر بغداد گیا تھا اسے علم ہیئت میں غیر معمولی مہارت کی وجہ سے بہت عزت حاصل ہوئی، بغداد کے دو عالم اور ماہر ہیئت ابراہیم فرازی اور یعقوب بن طارق پنڈت کے شاگرد ہوگئے ان دونوں شاگردوں نے اپنے اپنے طریقے سے، سدھانت، کے بنیادی اصولوں کو عربی میں منتقل کیا۔

(2) خلیفہ ہارون الرشید (۱۷۰- ۱۹۴ھ)

مسلمانوں کی علمی و تہذیبی تاریخ ہارون رشید کے تذکرہ کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی، اس نے نہ صرف اپنے دربار میں علماء و حکماء کو جمع کیا، بلکہ اس نے ان کی صلاحیتوں سے صحیح استفادہ کرنے اور انہیں ایک چھت کے تلے جمع کرنے کے لئے دار الخلافہ بغداد میں بیت الحکمت کی تاسیس کی، یہی وہ ادارہ ہے جو مسلمانوں کی علمی عروج کی لازوال نشانی ہے، مختلف علوم وفنون کی کتنی ہی کتابیں بیت الحکمت کے ذریعہ عربی میں منتقل ہوئیں، کتنے ایسے ماہرین فن تھے جنہوں نے بیت الحکمت میں اپنی بہترین صلاحیتوں کو لگایا، اور دنیائے علم کو وہ گرانقدر تحفے دئے جو آج بھی اپنے موضوع پر نقش اول یا حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(3) خلیفہ مامون (۱۹۸ – ۲۱۸)

خلیفہ مامون نے اپنے پیشرو ہارون رشید کی علم پروری کی روایت کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اسے پروان چڑھایا، اس نے بیت الحکمت کی طرف خصوصی توجہ کی، اس کی سرگرمیوں کو وسعت دی، مترجمین کے لئے گرانقدر معاوضے مقرر کئے، اس کے ساتھ ساتھ اس نے یونانی علوم وحکمت کی نایاب ونادر کتابوں کے حصول کے لئے وفود بھیجے، ایسے کئی وفود اور علماء و حکماء کی جماعتیں ایشیاء کوچک وقسطنطنیہ میں چکر لگاتیں اور نوادرات علم وحکمت کو اکٹھا کرکے بغداد بھیجتی تھیں، ان میں حجاج بن مطر اور ابن بطریق نمایاں نام ہیں جنہوں نے ایسے وفود کی سربراہی کی۔

اس دور کے مشہور مترجمین میں عبد اللہ بن المقفع، بختیشوع، یوحنابن ماسویہ، ثابت بن قرہ، حنین بن اسحاق اور اسحاق بن حنین ہیں، ان میں حنین بن اسحاق کو زیادہ شہرت اس لئے حاصل ہوئی کہ وہ دوزبانوں کا مترجم تھا پہلے اس نے جالینوس و دیگر فلاسفہ وحکماء کی کئی کتابوں کو یونانی سے سریانی زبان میں منتقل کیا تھا، پھر اس نے ان کو عربی میں بھی منتقل کیا، اس کے ترجمہ شدہ موضوعات میں منطق، فلسفہ، طبیعیات، اور طب کا زیادہ حصہ ہے۔

اس عہد کے ترجمہ شدہ مواد میں یونانی وفارسی اور ہندوستانی اثرات صاف محسوس ہوتے ہیں، بلکہ زیادہ واضح طور پر اس کو حسب ذیل خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

فارسی اثرات

فارسی زبان وادب، تہذیب وثقافت کا اثر ادبیات پر پڑا، اوراس دور کے ادبی تراجم فارسی سے ماخوذ ہیں نہ کہ یونانی ودیگر کسی اور زبان سے، کیوں کہ فارسی ادب یونانی ادب کے مقابلہ میں عربوں کے ذوق واحساسات کے زیادہ قریب تھا، اور عباسی دور کے مترجمین میں بعض وہ تھے جو فارسی اور عربی دونوں زبانوں پر اہل زبان کی سی قدرت رکھتے تھے، اس سلسلہ میں عبد اللہ بن المقفع کا نام سب سے زیادہ نمایاں ہے، جس نے ادبیات عربی پر اپنا گہرا اثر ڈالا، اور کلیلہ و دمنہ، ادب کبیر، ادب صغیر جیسی لازوال کتابیں تصنیف کیں جن کو عربی ادب کے ارکان میں شمار کیا جاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس نے فارسی میں بھی کئی معرکۃ الآراء کتابیں اہل فارس کی تاریخ، ان کے طرز معاشرت وسماجی احوال اور درباری داستانوں کے بارے میں تصنیف کی۔

یونانی اثرات

عربی ترجمہ نگاری میں ادب کے میدان میں فارسی کے بالمقابل یونانی اثرات بالکل محدود اور مختصر ہیں، البتہ علوم عقلیہ میں اس کا تناسب سب سے زیادہ ہے، چنانچہ فلسفہ میں افلاطون وارسطو، طب میں جالینوس وبقراط کے علمی آثار سب سے زیادہ عربی میں ترجمہ ہوئے، پھر اس پر مسلم حکماء وفلاسفہ حک وتنقید، حذف واضافہ سے کام لیا، کیوں کہ یونانی علوم ونظریات صرف مجرد علمی اصول ونظریات کا نام نہیں تھا بلکہ اس میں طبیعیات کے ساتھ مابعد الطبیعیات کا بھی ایک بڑا حصہ تھا، جو الہیات وعقائد سے تعلق رکھتا تھا، اور ایسی بحثوں پر مشتمل تھا جو اسلام کے بنیادی عقائد سے متصادم تھیں، اس لئے مسلم حکماء نے اس کو من و عن قبول کرنے کے بجائے اس پر نقد کیا اور اس حصہ کو لیا جو اسلامی افکار ومعتقدات سے متصادم نہ ہو،

ہندوستانی اثرات

ہندوستان عہد قدیم سے ہی حساب، علم نجوم، طب وہندسہ میں شہرت رکھتا تھا، چنانچہ اسلام سے قبل ہی تجارتی تعلقات ودیگر اسباب کی بناء پر ہندوستانی علوم اور ادب کا خاصا حصہ ایران پہنچ چکا تھا، شہنشاہ ایران کسری نوشیرواں نے اپنے عہد میں اس جانب خصوصی توجہ کی، اور اپنے طبیب خاص برزویہ کو ہندوستان بھیجا تاکہ وہ فن طب میں اہل ہند کی تصنیفات سے استفادہ کرے، چنانچہ وہ اپنے ساتھ بہت سی نادر کتابیں اور نسخے ایران لے گیا، اور انہیں فارسی میں منتقل کیا، کہا جاتا ہے کہ پنچ تنترا بھی اسی کے ذریعہ فارس منتقل ہوئی۔

جب مسلمانوں نے فارس فتح کرنے کے بعد فارسی کتابوں کو عربی میں ترجمہ کرنا شروع کیا تو ان میں بعض ہندی الاًصل کتابیں بھی عربی میں منتقل ہوئیں، اور بعض کتابوں کو براہ راست سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کیا گیا، سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کرنے والے مترجمین میں منکہ الہندی ایک معروف نام ہے۔ عربوں نے ہندوستان کے علمی آثار میں سے ریاضیات، فلکیات اور طب کے فن کو عربی میں ترجمہ کروایا۔

خلاصہ یہ کہ عربی میں ترجمہ نگاری کی تحریک حسب ذیل ادوار پر مشتمل ہے۔

عہد نبوی، خلافت راشدہ اور عہد اموی میں ترجمہ کا کام انفرادی طور پر شخصی دلچسپی اور ذوق کی بناء پر انجام پاتا رہا، اور مختلف افراد اور بعض خلفاء نے اپنی ذاتی دلچسپی سے مختلف کتابوں کو ترجمہ کیا یا کروایا۔ ان کاوشوں کو ہم ترجمہ کی تحریک کے ابتدائی نقوش کی حیثیت سے شمار کرسکتے ہیں۔

اس کے بعد عہد عباسی کے ابتدائی دور میں جو خلیفہ منصور سے شروع ہوتا ہے ترجمہ نے باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کی، اور مترجمین نے سریانی، فارسی اور سنسکرت زبانوں سے فلکیات، ریاضیات، طب، اور ادب کی بعض کتابوں کا ترجمہ کیا، اسی دور میں کلیلہ ودمنہ کا ترجمہ کیا گیا، جس کو عربی زبان کے نثری ادب میں وہ پذیرائی حاصل ہوئی جو کم کتابوں کو حاصل ہوتی ہے۔

منصور کے بعد ترجمہ کی تحریک کو دوبارہ سرگرم کرنے کے لئے ادارہ جاتی سطح پر ہارون رشید نے بیت الحکمت کی بنیاد رکھی، ہندوستانی علوم سے ریاضیات کی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا، ریاضیات کے مترجمین میں ابراہیم بن حبیب فزاری ممتاز نام ہے، ہندوستان کی ریاضیات کا تاثر ترجمہ کی تحریک پر اس وقت تک قائم رہا جب تک کہ خلیفہ مامون کے حکم پر بطلیموس کی کتابوں کا ترجمہ نہیں ہوا تھا، یوحنا بن ماسویہ نے طبی کتابوں کا ترجمہ کیا، اور حجاج بن یوسف مطر نے اِقلیدس کی کتاب الاًصول اور بطلیموس کی مجسطی کا ترجمہ کیا۔

ترجمہ کا تیسرا دور خلیفہ مامون کی خلافت سے شروع ہوتا ہے، جس نے بیت الحکمت کی طرف خصوصی توجہ کی، ریاضیات، علم نجوم، فلکیات کے علاوہ فلسفہ، منطق اور مابعد الطبیعیات کی بہت سے کتابوں کے تراجم منظر عام پر آئے، اور علوم یونان کا ایک بڑا حصہ عربی میں منتقل ہوا، بیت الحکمت اس دور میں صرف ترجمہ گاہ نہیں بلکہ وہ عالم اسلام کا سب سے بڑا علمی مرکز بن چکا تھا جہاں کے کتب خانہ میں پوری دنیا بھر سے ہر علم وفن کی ہر زبان میں دستیاب نایاب ونادر کتابیں جمع کی جاتیں، نامور علماء وحکماء کو مامور کیا جاتا، علوم وفنون کی اشاعت کی جاتی۔

مامون نے اپنے دور میں یونانی فلسفہ کے ساتھ ساتھ فلکیات کی طرف خصوصی توجہ کی اور اس موضوع پر کتابوں کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس نے دمشق میں ایک بہت بڑی رصدگاہ بنائی جو اسی کے نام سے منسوب ہوکر ..رصدگاہ مامونی,, کہلائی۔

مذکورہ بالا تمام ادوار میں مسلم خلفاء کی علم پروری کے ساتھ ان مترجمین کا اہم کردار رہا ہے جنہوں نے متقدمین کے علوم ومعارف کو منتقل کرنے اور اس پر حک ونقد کا کام کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان مترجمین میں ایک بڑی تعداد عیسائی، یہودی ہندو اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی بھی ہوا کرتی تھی، جن کا مسلم خلفاء کشادہ دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کرتے اور نہایت بے تعصبی کے ساتھ علم وفن کے فروغ

میں ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرتے تھے، ان کی قدر دانی کرتے ہوئے ان کی کاوشوں پر گراں قدر انعامات سے نوازتے تھے، ابن ندیم نے الفہرست میں خلفاء کی علم پروری کے کئی واقعات اور ایسے کئی مترجمین کے نام ذکر کئے ہیں جنکی ترجمہ شدہ کتابوں پر ہم وزن سونا انعام دیا جاتا تھا۔

چند اہم مترجمین

عبداللہ بن المقفع : ترجمہ نگاروں میں صف اول میں اس کا شمار ہوتا ہے، فارسی الاصل تھا، فصاحت وبلاغت کا امام تھا، فارسی اور عربی زبان کا نامور مصنف مترجم اور ادیب تھا، اس نے فارسی زبان سے عربی زبان میں کلیلہ دمنہ جیسی شہرہ آفاق کتاب کو منتقل کیا، اور ادب کبیر اور ادب صغیر جیسی معرکۃ الآراء کتابیں تصنیف کیں۔

آل بختیشوع: جورجس بن بختیشوع جو خلیفہ منصور کا طبیب تھا، پھر اس کا بیٹا بختیشوع بن جورجس جسے ہارون رشید نے جندیسابور سے بلایا تھا، ان دونوں باپ بیٹوں نے خلفاء عباسیہ کے درباروں میں بڑی قدر ومنزلت حاصل کی، اور کئی کتابوں کا ترجمہ کیا، نیز بختیشوع کے بیٹے جبریل کا بھی اس سلسلہ میں تذکرہ ملتا ہے۔

یوحنا بن ماسویہ: اس کا پورا نام ابوزکریا یحیی بن ماسویہ تھا، عیسائی مذہب کا پیروکار تھا، اس نے ہارون رشید، امین اور مامون کا زمانہ پایا، اس کئی قدیم طبی کتابوں کا ترجمہ کیا، ہارون رشید نے اس کی بڑی پذیرائی کی، حنین ابن اسحاق اس کے ممتاز شاگردوں میں تھا۔

یوحنا بن بطریق: اس کا پورا نام یوحنا بن یوسف بن الحارث بن بطریق تھا، عالم وفاضل تھا، اسے یونانی زبان پر عبور حاصل تھا، مامون وامین کے زمانہ میں ترجمہ نگاری کے منصب پر فائز تھا، فلسفہ کی بیشتر کتابوں کا اس نے ترجمہ کیا۔

آل حنین : ان میں سب سے پہلے اور ممتاز ابوزید حنین بن اسحاق العبادی ہے، اس کو شیخ المترجمین کا لقب دیا جاتا تھا، حیرہ کے عیسائی خاندان سے اس کا تعلق تھا، عربی اور یونانی زبانوں میں ماہر تھا، اس کا والد دواساز تھا اس لئے اس نے اپنے بیٹے کو طبیب بنانا چاہا اور یوحنا کی خدمت میں بغداد بھیجا، یہ اپنے استاد سے بہت زیادہ سوال کرتا تھا جس پر استاد نے ایک روز جھنجھلا کر اسے درس گاہ سے یہ کہتے ہوئے باہر کر دیا کہ: حیرہ والوں کا فن طب سے کیا جوڑ ہو سکتا ہے، اس پر اس نے فن طب کو اس کی اصل زبان میں حاصل کرنے کی ٹھان لی اور تقریبا دو سال کے عرصہ تک بغداد سے غائب ہو گیا، اور یونانی زبان حاصل کی اور عربی کے علاوہ سریانی اور فارسی زبانوں پر عبور حاصل کیا، اس طرح سے وہ اپنے زمانہ میں بغداد کے مشہور ترین طبیب اور مترجم کی حیثیت سے مشہور ہوا، اس نے عربی زبان میں خلیل بن احمد فراہیدی کی شاگردی اختیار کی، حنین صرف مترجم نہیں تھا بلکہ وہ ترجمہ نگاری کے مدرسہ اور منہج کا بانی تھا جس پر اس نے اپنے شاگردوں، بیٹوں اور بعض افراد خاندان کو تیار کیا۔

حنین کے بیٹے اسحاق بن حنین نے بھی ترجمہ نگاری کو اپنا موضوع بنایا اور یونانی سے عربی میں کئی کتابوں کا ترجمہ کیا، اس طرح حنین بن اسحاق کے خواہر زادہ جبیس بن الاعسم دمشقی نے بھی حنین سے علم طب حاصل کیا، اور ترجمہ نگاری میں اپنے ماموں کے منہج کو اختیار کیا۔

ثابت بن قرہ: یہ یونانی، سریانی اور عربی زبانوں کا ماہر تھا، اس نے منطق، ریاضیات، فلکیات، طب وغیرہ میں تقریبا ۱۵۰ کتابوں کا ترجمہ کیا۔

منکہ الہندی: یہ ہندوستانی طبیب تھا جسے ہارون رشید نے اپنے علاج کے لئے بغداد بلایا تھا، اور بہت نوازا تھا، اس نے ہندوستانی طب کی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا۔

ان مشہور مترجمین کے علاوہ بعض ایسے مترجمین بھی پائے جاتے ہیں جنھوں نے اگرچہ کہ اس درجہ شہرت نہیں پائی لیکن ان کی علمی یادگاریں آج بھی باقی ہیں، ان میں قسطا بن لوقا بعلبکی جس نے طب اور منطق کی کئی کتابوں کو عربی میں منتقل کیا، اَبی یوسف یعقوب بن اسحاق جو فلسفی عرب کے لقب سے مشہور تھا، اس نے بھی طب، نجوم، فلسفہ اور ریاضیات میں کئی کتابوں کے ترجمے کئے۔

ترجمہ بلکہ مسلمانوں کی علمی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک طبیب اعظم ابو بکر محمد بن زکریا الرازی کا تذکرہ نہ کیا جائے اس نے حنین بن اسحاق کے شاگردسے طب کی تعلیم حاصل کی اور فن طب کا امام بنا، اس نے تقریبا پچاس سے زائد کتابیں تصنیف کیں، جن میں الحاوی فی الطب سب سے ضخیم اور جامع ہے، انیتس جلدوں پر مشتمل اس کتاب کو طبی انسائکلوپیڈیا کہا جاسکتا ہے۔

ترجمہ کے وجود میں آنے کے اسباب و عوامل

پچھلے صفحات میں گذری ہوئی تفصیلات سے آپ بخوبی جان گئے ہوں گے کہ ترجمہ کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسانی علم کی تاریخ قدیم ہے۔ لہذا تاریخ کے ہر دور میں مختلف اسباب اور وجوہات کی بناء پر ترجمہ کی ضرورت پڑتی رہی،

ان میں چند اہم اسباب حسب ذیل ہیں۔

(ا)طلب اور ضرورت :

مثل مشہور ہے کہ "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" اسی طرح سے ترجمہ کی ضرورت اس کی ایجاد کا اصل اور بنیادی محرک ہے ، کبھی یہ "ضرورت" مذہبی رہی یا علمی ، کہیں یہ ضرورت تجارتی رہی یا سیاسی ، اور کبھی سماجی ضرورت کے تحت ترجمہ وجود میں آیا ہے۔

عربوں نے عباسی دور میں یونانی ، سریانی ، سنسکرت ، فارسی ، قبطی و دیگر زبانوں سے فلسفہ، طب ،ریاضیات، فلکیات و سیاست اور دیگر علوم جن سے وہ ناواقف تھے ترجمہ کے ذریعہ عربی میں منتقل کروائے ، اس کے لئے عباسی خلفاء نے بغداد میں بیت الحکمت قائم کیا اور دنیا کے گوشے گوشے سے مختلف علوم کے ماہرین کو جمع کیا۔

ہئیت کے علاوہ ریاضی اور دوسرے علوم کی کتابوں کا بھی عربی میں ترجمہ کیا گیا،ان میں کلیلہ ودمنہ بہت اہم ہے،کلیلہ و دمنہ دراصل سنسکرت زبان کی مشہور کتاب پنچ تنترا کا ترجمہ ہے، جسے پہلے سنسکرت سے فارسی زبان میں منتقل کیا گیا، پھر ابن المقفع نے فارسی سے عربی زبان میں اسے منتقل کیا،ساسانیوں کے عہد میں اس کتاب کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ دنیا کی بہت سی ترقی یافتہ زبانوں میں عربی سے اس کا ترجمہ کیا گیا۔

مغرب میں ترجمہ کی تحریک بھی ضرورت کی پیداوار ہے ، جب عیسائی دنیا نے صلیبی جنگوں میں شکست سے دوچار ہونے کے بعد مسلم دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے عربوں کے علوم حاصل کرنے کا بیڑا اٹھایا اور تحریک استشراق کی داغ بیل ڈالی ، اس مقصد کے لئے انہوں نے اندلس ومغرب کی دانش گاہوں کا رخ کیا، وہاں انہوں نے عربی زبان کو سیکھا، عرب تہذیب سے آشنا ہوئے، عربوں کے علوم حاصل کئے اوران کو پہلے اپنی زبانوں میں منتقل کیا، پھر تحقیق واکتشاف کےِ مختلف اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان علوم میں بیش بہا اضافے کئے جس کا نتیجہ ہے کہ آج مغرب سائنس اور ٹکنالوجی میں پوری دنیا کی امامت پر فائز ہے۔

ماضی قریب میں بھی عالم عرب میں ترجمہ کی تحریک نے نمایاں کردار ادا کیا ، ۱۷۹۸ء میں مصر پر نپولین کے حملہ کے بعد عربوں کا یورپی اقوام سے اختلاط ہوا ،اور حاکم قوم کی زبانوں سے واقفیت ضروری ہوئی جس کے بعد عربوں نے جدید یورپی جامعات اوریونیورسٹیوں کا رخ کیا اورانگریزی ،فرانسیسی ،جرمن اطالوی و دیگر یورپی زبانوں میں پائے جانے والے آداب وفنون کو عربی میں روشناس کرایا ۔

(۲) تہذیبی اختلاط اور ارتباط :

متمدن معاشرہ میں رہنے والا انسان زمانہ قدیم سے ہی ترجمہ کا محتاج ہے کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جو اسے دیگر اقوام وتہذیبوں سے جوڑتا ہے اور ان سے روابط استوار کرنے اور افکار و خیالات کا تبادلہ کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔

(۳)علمی میدانوں میں دیگر اقوام کے ساتھ مسابقت کا جذبہ :

ترجمہ شروع سے ہی قوموں میں فکری وثقافتی انقلابات کا نقیب رہا ہے ، مختلف علمی وفکری تحریکیں ترجمہ کے واسطہ سے ہی اٹھیں ہیں چنانچہ اسلام کے ابتدائی ادوار میں مسلم خلفاء وسلاطین نے پھیلتی ہوئی مسلم سلطنت کے علمی وفکری تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ترجمہ کی ضرورت کو محسوس کیا اور اقوام عالم کی تہذیبوں سے استفادہ کے دروازے کھولے۔

جب یورپ قرون مظلمہ کی نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ علمی میدانوں میں ترقی کے لئے ترجمہ کے بغیر چارہ نہیں چنانچہ حسب ضرورت انہوں نے اپنی ہی قدیم علمی مثلا لاطینی ویونانی اور دیگر اقوام کی زبانوں میں عربی زبان سے اہم کتابوں کا ترجمہ کرنا شروع کردیا جس کی وجہ سے یورپ عصر حاضر میں علمی تفوق کی چوٹی پر کھڑا ہے۔

ترجمے کے ذریعے دوزبانوں بلکہ دوتہذیبوں کے درمیان پُل کا کام بھی لیاجاتا ہے اور ایک تہذیب و معاشرت اور اس کے احساسات و خیالات دوسری طرف منتقل ہوتے ہیں جس سے نہ صرف لوگ استفادہ کرتے ہیں بلکہ ان احساسات کی روشنی میں اپنے لئے نئی راہیں متعین کرتے ہیں۔ جیسے فورٹ ولیم کالج کے تحت کروایا جانے والا تراجم کا کام اردو زبان و ادب کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے ، اگر چہ اس کے پس منظر میں سیاسی عوامل کارفرماتھے لیکن ہندی ، سنسکرت اور فارسی زبان و ادب سے ایک کثیر سرمائے کو اردو میں منتقل کیا گیا ،جو اردوادب میں ایک بیش بہااضافہ ہے، بالکل اسی طرح جیسے انگریزی زبان و ادب میں بہت سی چیزیں اطالوی زبان وادب سے ترجمہ کی گئیں ۔

ترجمہ نگاری

افادیت و اہمیت

پچھلے صفحات میں آپ نے ترجمہ کی ابتداءاس کے آغاز وارتقاء کے بارے میں تفصیلات سے آگہی حاصل کی،اگلے صفحات میں موجودہ دور میں ترجمہ کی افادیت واہمیت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

ترجمہ کا میدان بہت وسیع ہے ،اس کے ذریعے نئے نئے امکانات اور اضافے تشکیل پاتے ہیں ، اس میں فلسفے جیسی پیچیدہ بحثوں سے لے کر شعر وادب جیسی نازک اور دلکش اصناف ادب کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کیا جاسکتا ہے ،

اگر چہ پہلے پہل ترجے کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تھی اور اسے محدود اور ثانوی حیثیت سے جانا جاتا تھا ، ابتداء میں ترجے کی ضرورت محض دینی ابلاغ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے محسوس کی جاتی تھی مگر بتدریج سائنس اور ادب بھی اس کے حصار میں آنے لگے اور آہستہ آہستہ اسے اہمیت دی جانے لگی جس کا نتیجہ ہے کہ آج ترجمہ با قاعدہ فن کی صورت اختیار کر چکا ہے جس کے بغیر زبان وادب میں وسعت نا ممکن نظر آتی ہے ۔

ترجمہ کا تعلق علم سے بھی ہے اور ادب سے بھی ، سائنس سے بھی اور ٹکنالوجی سے بھی ، بلکہ ہر اس میدان سے ہے جہاں دوسری زبانوں کے معارف کے گنجینے پوشیدہ ہیں اور بنی نوع انسان کے لئے دیگر اقوام کے صدیوں کے ایجادات واکتشافات شامل ہیں۔

ترجمہ ہی وہ ذریعہ ہے جس سے زبانیں اپنے ذخیرہ میں اضافہ کرتی ہیں اور دوسری زبانوں میں پائے جانے والے علوم وفنون سے اپنا دامن بھرتی ہیں ، ترجمہ نے انسانی تمدن کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا ہے کیونکہ یہی وہ کھڑکی ہے جس کے ذریعہ ہم دوسری قوموں اورتہذیبوں کے اندر جھانک سکتے ہیں اور ان سے تہذیبی علمی وثقافتی تبادلہ کرسکتے ہیں۔

مختلف قوموں کے ادب کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بیشتر کا آغاز تراجم کے ذریعے ہوا اور انہوں نے دوسری زبانوں کے ادب عالیہ کو اپنی زبان میں ڈھال کر ہی اپنے ادب کا آغاز کیا۔اس کی نمایاں مثال ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ جب مسلمان علم وفضل کے میدان میں بہت آگے تھے اور سائنسی ، علمی، ادبی ، ثقافتی وتہذیبی لحاظ سے نئی نئی ایجادات کررہے تھے، اس وقت مغرب کے دانشوروں نے اعلي عربي و عبرانی ادب کو اپنی زبانوں میں منتقل کیا اور اس سے زندگی کے ہر میدان میں استفادہ کرکے ترقی کی منازل طے کیں ۔

دنیا کی تقریبا تمام زبانوں میں مختلف نوعیت کاادب تخلیق ہوتا آرہا ہے ، اور مستقبل میں بھی اس میں مزید اضافے ی وسیع امکانات ہیں ، لہذا تراجم کی اہمیت اور ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے تا کہ مختلف زبانوں میں تخلیق ہونے والے عمدہ اور معیاری ادب کو اپنی زبان میں منتقل کر کے نہ صرف لوگوں کواس ادب سے روشناس کرایا جائے بلکہ دوسری تہذیبوں کے بارے میں آگاہی دی جائے۔

تعریب

عربی ترجمہ پر گفتگو اس وقت نامکمل ہوگی جب تک تعریب پر روشنی نہ ڈالی جائے۔

کسی اجنبی زبان کی اصطلاح یا کلمہ کو اس کی شکل اور آواز کے ساتھ اگر ضرورت پڑے تو قدرے تغیر کرتے ہوئے عربی زبان کے قالب میں ڈھالنا تعریب کہلاتا ہے۔

ترجمہ اور تعریب دو الگ الگ اصطلاحیں ہیں جسے زمانہ قدیم میں مرادف کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، لیکن دونوں کے درمیان فرق ہے، وہ یہ کہ ترجمہ دوسری زبانوں سے عربی زبان میں مضامین منتقل کرنا یا عربی زبان سے دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کا نام ہے جبکہ تعریب فقط دوسری زبانوں کے الفاظ کو عربی میں منتقل کرنے کو کہتے ہیں ۔

تعریب کی مفرد الفاظ اور اصطلاحات میں زیادہ ضرورت پڑتی ہے جہاں دیگر زبانوں میں پائی جانے والی بے شمار اصطلاحات جن کی نظیر عربی زبان میں نہیں پائی جاتی اور نہ ان اجنبی الفاظ کا بدل موجود ہوتا ہے، کیونکہ یہ الفاظ آنے والی تہذیب وٹکنالوجی میں بے شمار جزئیات پر دلالت کرتے ہیں۔

عربی زبان میں کسی اصطلاح کا مناسب متبادل نہ ملنے کی صورت میں متقدمین نے بھی اس طریقہ کو اختیار کیا ہے، مثلاً ابن سینا نے اپنی شہرہ آفاق کتاب القانون میں اسی طریقہ کو بروئے کار لاتے ہوئے القولون ، القولنج ، القرنیہ اورالسقسمونیا جیسے کئی لاطینی الاصل الفاظ کی تعریب اس طرح کی ہے:

القولون	Colon
القولنج	Colite
القرنیا	Carine
السقسمونیا	Secommanee

موجودہ دور کی علمی اصطلاحات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بیشتر مغربی زبانوں کی اور بعض مشرقی زبانوں کی بھی اصطلاحات کی قدیم اصل اکثر و بیشتر یا تو یونانی ہوتی ہے یا پھر لاطینی زبان سے ماخوذ ہوتی ہے، لیکن ہر زبان اس قدیم مادہ کو اپنے اسلوب، عمومی مزاج اور مناسب شکل میں ڈھال کر اصطلاح کی شکل میں اپنے ساتھ ضم کر لیتی ہے۔

بہت ممکن ہے کہ انگریزی و دیگر یورپی زبانوں میں عربی زبان کے کئی ایسے الفاظ مل جائیں جو کسی وقت عربی زبان اور اسلامی تہذیب کا حصہ رہے ہوں ، کیوں کہ لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عصر حاضر میں جدید علوم کے میدان میں امکانات و وسائل کے باوجود عرب قافلہ علم سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔

جب یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ الفاظ و اصطلاحات کو عربی قالب میں ڈھالنا ایک حقیقت واقعہ ہے جس سے کوئی مفر نہیں، اور یہ امر تہذیبی تقاضوں کے تحت ناگزیر بھی ہے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ تعریب کا میدان بہت وسیع ہے، اور دن بدن توسیع پذیر بھی ہے، اور تقریباً ہر جگہ قابل عمل بھی ہے جہاں الفاظ کا متبادل عربی زبان میں نہ مل سکے ۔

مندرجہ ذیل موضوعات اس طویل فہرست کی ایک ہلکی سی جھلک ہیں جہاں تعریب کے علاوہ ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں۔

کیمیائی مرکبات کے نام

نباتات اور حیوانات کے نام

الیکٹرونک و میکانیکی اشیاء کے نام

تکنیکی علوم

جدید سائنسی ایجادات و آلات کے نام وغیرہ

خلاصہ

پچھلے صفحات میں آپ نے ترجمہ کی تعریف اس کی ابتداء اور ارتقاء، اس کی افادیت و اہمیت پر سیر حاصل معلومات حاصل کیں، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ترجمہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں دوسری زبان میں کلام کی تشریح کرنا ہے، اور ترجمان بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ انگریزی زبان میں ترجمے کے لئے لفظ "Translation" استعمال کیا جاتا ہے۔

اصطلاحی طور پر ترجمہ ایک زبان میں بیان کی ہوئی عبارت کو دوسری زبان منتقل کرنا۔ یا کسی کی زندگی کا مرقع کھینچنا یا خاکہ پیش کرنا۔

ترجمہ کسی بھی زبان کی ترقی کا اہم ترین ذریعہ ہے ، ترجمہ نے انسانی تمدن کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا ہے ، ترجمہ کا تعلق علم سے بھی ہے اور ادب سے بھی ، سائنس سے بھی اور ٹکنالوجی سے بھی ، بلکہ ہر اس میدان سے ہے جہاں دوسری زبانوں کے علوم و معارف کے گنجینے پوشیدہ ہیں اور بنی نوع انسان کے لئے دنیا کی تمام اقوام کے صدیوں کے تجربات، ایجادات اور انکشافات شامل ہیں۔

ترجمہ کے دوران استعمال ہونے والی اصل زبان کو ماخذ زبان (Source Language) کہا جاتا ہے۔ اور اس کے متن کو ماخذ متن (Source Text) کہا جاتا ہے۔ اور جس زبان میں ترجمہ کرنا ہو اسے مطلوبہ زبان (Target Language) اور اس کے ترجمے کو مطلوبہ متن (Target Text) کہا جاتا ہے۔

زمانہ قدیم کے ادب میں ترجمے کو وہ اہمیت حاصل نہ تھی جو آج کے دور میں حاصل ہے۔ ابتداء میں ترجمے کی ضرورت محض دینی ابلاغ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے محسوس کی جاتی تھی مگر بتدریج سائنس ، تاریخ، ادب و دیگر علوم بھی اس کے حصار میں آنے لگے اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے باقاعدہ ایک فن کا درجہ حاصل ہو گیا۔

ترجمہ اپنے مدون اصول و ضوابط کے ساتھ علم ہے۔ جو مترجم کے ذوق و فکر کی ترجمانی کرتا ہوا ادب ہے ۔ اور یہ موجودہ دور کے اعتبار سے ایک علمی پیشہ ہے۔

ترجمہ کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسانی علم کی تاریخ قدیم ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں مختلف اسباب اور وجوہات کی بناء پر ترجمہ کی ضرورت پڑتی رہی، چنانچہ ترجمہ کی ضرورت اس کی ایجاد کا اصل اور بنیادی محرک ہے ، کبھی یہ "ضرورت" مذہبی رہی یا علمی ، کہیں یہ ضرورت تجارتی رہی یا سیاسی ، اور کبھی سماجی ضرورت کے تحت ترجمہ وجود میں آیا ہے۔

یونانی قوم نے اپنے دور عروج میں فلسفہ، طب، ریاضی، ہندسہ نجوم و دیگر علوم میں نمایاں پیشرفت کی، اپنے علمی آثار کو مدون کیا، اور اپنی تہذیب، نظریات اور فلسفہ حیات کو محفوظ رکھا، سکندر اعظم کی فتوحات نے یونانی تہذیب و ثقافت کو مغربی ایشیاء و مصر تک کے علاقوں میں متعارف کروایا، اسلام کی آمد

سے قبل تک ان خطوں میں یونانی علوم وتہذیب کا غلغلہ تھا، یونانی فلسفہ اور یونانی طب کا دور دورہ تھا، جس کا کچھ حصہ اسلام کی آمد سے قبل سریانی زبان میں منتقل ہوا۔

عہد نبوی، خلافت راشدہ اور عہد اموی میں ترجمہ کا کام انفرادی طور پر شخصی دلچسپی اور ذوق کی بناء پر انجام پاتا رہا، اور مختلف افراد اور بعض خلفاء نے اپنی ذاتی دلچسپی سے مختلف کتابوں کو ترجمہ کیا یا کروایا۔ ان کاوشوں کو ہم ترجمہ کی تحریک کے ابتدائی نقوش کی حیثیت سے شمار کرسکتے ہیں۔

اس کے بعد عباسی دور میں خلفاء نے بڑے پیمانہ پر یونانی ، سریانی ، سنسکرت ، فارسی ، قبطی ودیگر زبانوں سے فلسفہ، طب ،ریاضیات، فلکیات وسیاست اور دیگر علوم جن سے وہ ناواقف تھے ترجمہ کے ذریعہ عربی میں منتقل کروائے ، اس کے لئے عباسی خلفاء نے بغداد میں بیت الحکمت قائم کیا اور دنیا کے گوشے گوشے سے مختلف علوم کے ماہرین کو جمع کیا۔

اس عہد کے ترجمہ شدہ مواد میں یونانی وفارسی اور ہندوستانی اثرات صاف محسوس ہوتے ہیں، اور اس دور کے مشہور مترجمین میں عبداللہ بن المقفع، بختیشوع، یوحنا بن ماسویہ، ثابت بن قرہ، حنین بن اسحاق اور اسحاق بن حنین ہیں، ۔

مغرب میں ترجمہ کی تحریک بھی ضرورت کی پیداوار ہے ، جب عیسائی دنیا نے صلیبی جنگوں میں شکست سے دوچار ہونے کے بعد مسلم دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے عربوں کے علوم حاصل کرنے کا بیڑا اٹھایا اور تحریک استشراق کی داغ بیل ڈالی ، اس مقصد کے لئے انہوں نے اندلس ومغرب کی دانش گاہوں کا رخ کیا، عربوں کے علوم حاصل کئے اوران کو پہلے اپنی زبانوں میں منتقل کیا، پھر تحقیق واکتشاف کے مختلف اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان علوم میں بیش بہا اضافے کئے جس کا نتیجہ ہے کہ آج مغرب سائنس اور ٹکنالوجی میں پوری دنیا کی امامت پر فائز ہے۔

ماضی قریب میں بھی عالم عرب میں ترجمہ کی تحریک نے نمایاں کردار ادا کیا، ۱۷۹۸ء میں مصر پر نپولین کے حملہ کے بعد عربوں کا یورپی اقوام سے اختلاط ہوا ،اور حاکم قوم کی زبانوں سے واقفیت ضروری ہوئی جس کے بعد عربوں نے جدید یورپی جامعات اور یونیورسٹیوں کا رخ کیا اورانگریزی ،فرانسیسی ،جرمن اطالوی ودیگر یورپی زبانوں میں پائے جانے والے آداب وفنون کو عربی میں روشناس کرایا۔

ترجمہ کا میدان بہت وسیع ہے ،اس کے ذریعے نئے نئے امکانات اور اضافے تشکیل پاتے ہیں ، اس میں فلسفے جیسی پیچیدہ بحثوں سے لے کر شعر وادب جیسی نازک اور دلکش اصناف ادب کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کیا جاسکتا ہے ،

کسی اجنبی زبان کی اصطلاح یا کلمہ کو اس کی شکل اور آواز کے ساتھ اگر ضرورت پڑے تو قدرے تغیر کرتے ہوئے عربی زبان کے قالب میں ڈھالنا تعریب کہلاتا ہے۔

ترجمہ اور تعریب دو الگ الگ اصطلاحیں ہیں جسے زمانہ قدیم میں مرادف کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا ، لیکن دونوں کے درمیان فرق ہے ، وہ یہ کہ ترجمہ دوسری زبانوں سے عربی زبان میں مضامین منتقل کرنا یا عربی زبان سے دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کا نام ہے جبکہ تعریب فقط دوسری زبانوں کے الفاظ کو عربی میں منتقل کرنے کو کہتے ہیں۔

تعریب کی مفرد الفاظ اور اصطلاحات میں زیادہ ضرورت پڑتی ہے جہاں دیگر زبانوں میں پائی جانے والی بے شمار اصطلاحات جن کی نظیر عربی زبان میں نہیں پائی جاتی اور نہ ان اجنبی الفاظ کا بدل موجود ہوتا ہے۔

موجودہ دور کی علمی اصطلاحات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بیشتر مغربی زبانوں کی اور بعض مشرقی زبانوں کی بھی اصطلاحات کی قدیم اصل اکثر و بیشتر یا تو یونانی ہوتی ہے یا پھر لاطینی زبان سے ماخوذ ہوتی ہے، لیکن ہر زبان اس قدیم مادہ کو اپنے اسلوب، عمومی مزاج اور مناسب شکل میں ڈھال کر اصطلاح کی شکل میں اپنے ساتھ ضم کر لیتی ہے۔

سوالات

سوال(۱):ترجمہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں۔

سوال(۲) :ترجمہ کا تعلق علم سے ہے یا فن سے ہے،اس سلسلہ میں پائے جانے والی مختلف آراء کو بیان کریں۔

سوال(۳):ترجمہ کے وجود میں آنے کے مختلف اسباب پر روشنی ڈالیں۔

سوال(۴):عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں انجام پانے والی ترجمہ کی کوششوں کو بیان کریں۔

سوال(۵):بنوامیہ کے دور میں انجام پانے والی ترجمہ کی کوششوں پر روشنی ڈالیں۔

سوال(۶):عباسی دور میں برپا ہونے والی ترجمہ کی تحریک کو مفصل بیان کریں۔

سوال(۷) : عربی میں ترجمہ ہونے والے مواد پر کن کن زبانوں اور تہذیبوں کے اثرات نمایاں ہیں، تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔

سوال(۸):چند مشہور مترجمین کے بارے میں نوٹ تحریر کریں۔

سوال(۹):تعریب کی تعریف کریں،اور بتائیں کہ ترجمہ اور تعریب میں کیا فرق ہے۔

سوال(۱۰):تعریب کی ضرورت کہاں پڑتی ہے اس کو بیان کریں اور بتائیں کہ متقدمین کے دور میں بھی کبھی تعریب کا استعمال ہوا ہے یا نہیں؟

معاون کتابیں

(1) الفہرست ابن ندیم

(2) مقدمہ ابن خلدون

(3) الموجہ الفنی الفرید

(4) فجر الاسلام، احمد امین

(5) ضحی الاسلام، احمد امیں

(6) تاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان

(7) البیان والتبیین، جاحظ